مکرم طاہر احمد صاحب مربی سلسلہ جرمنی

خلافت سے عشق و محبت اور اطاعت
رفقاء حضرت مسیح موعود کی سیرت کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ کی قدیم سے یہ سنت چلی آئی ہے کہ وہ جب دنیا میں اپنے گمراہ بندوں کی رشد و ہدایت کے لئے اپنے برگزیدہ انبیاء اور ماموروں کو مبعوث کرتا ہے تو وہ انہیں بے یارو مددگار نہیں چھوڑتا۔ وہ نہ صرف خود انہیں اپنی مدد اور نصرت سے نوازتا ہے بلکہ ایسی نیک جماعت بھی عطا فرماتا ہے جس کے افراد ان کے اعضاء اور جوارح بن کر اس کی لائی ہوئی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کا موجب ہوتے ہیں۔ اسی سنت کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے مامور حضرت مسیح موعود کو بھی یَنصرک رجالٌ ...... کا وعدہ دیا اور عملی طور پر ایسے رفقاء عطا فرمائے جنہوں نے آپ کے پیغام کی اشاعت میں اپنا تن من دھن سب کچھ لگا دیا اور دنیوی حرص و آرزو کو چھوڑ کر دین کے ہی ہو رہے۔

یہ وہ جماعت تھی جس سے اللہ تعالیٰ نے دین حق کی نشاۃ ثانیہ کے اس دور میں دین حق کے احیاء کا کام لیا۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

میں اس بات کے اظہار اور اس کے شکر ادا کرنے کے بغیر نہیں رہ سکتا کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم نے مجھے اکیلا نہیں چھوڑا۔ میرے ساتھ تعلق اخوت پکڑنے والے اور اس سلسلہ میں داخل ہونے والے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے محبت اور اخلاص کے رنگ سے ایک عجیب طرز پر رنگین ہیں۔ نہ میں نے اپنی محنت سے بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص احسان سے یہ صدق سے بھری ہوئی روحیں مجھے عطا کی ہیں۔

اسی طرح فرمایا:

میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لائے ہیں اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں اور باتیں سننے کے وقت اس قدر روتے ہیں کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے ہیں۔

(الذکر الحکیم نمبر 4 صفحہ 17)

عربی اشعار میں فرماتے ہیں:

وَ کَمْ مِنْ عِبَادٍ اٰثَرُوْنِیْ بِصِدْقِھِمْ
عَلَی النَّفْسِ حَتّٰی خُوِّفُوْا ثُمَّ دُمِّرُوْا

بہت سے بندے ایسے ہیں جنہوں نے اپنی جان پر مجھ کو اختیار کر لیا یہاں تک کہ ڈرائے گئے اور پھر قتل کئے گئے۔

عِبَادٌ یَکُوْنُ کَمُبْشِرَاتٍ وُجُوْدُھُمْ
اِذَا مَا اَتَوْا فَالْغَیْثُ یَاْتِیْ وَ یُمْطِرُ

یہ وہ بندے ہیں کہ مون سون کی ہوا کی طرح ان کا وجود ہوتا ہے جب آتے ہیں تو ساتھ ہی بارش رحمت کی آتی ہے۔

اَتَعْلَمُ اَبْدَالًا سِوَاھُمْ فَاِنَّھُمْ
رُمُوْا بِالْحِجَارَۃِ فَاسْتَقَامُوْا وَ اُجْمِرُوْا

کیا تو ان کے سوا کوئی اور لوگ ابدال جانتا ہے کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جن پر پتھر چلائے گئے تو انہوں نے استقامت اختیار کی اور ان کی جمعیت باطنی بحال رہی۔

یہی وہ رفقاء ہیں جن کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ میں قدرت ثانیہ کا آغاز فرمایا۔ 26 مئی 1908ء کو حضرت اقدس مسیح موعود کی وفات ہوئی۔ نعش مبارک کے قادیان پہنچنے کے بعد سب سے پہلا کام جو رفقاء نے اس وقت کیا وہ خلافت کے لئے حضرت مولوی حکیم نورالدین کا انتخاب تھا۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب سب دوستوں کے سامنے جو باغ میں اپنے محبوب آقا کی نعش کے پاس جمع تھے کھڑے ہوئے اور حضرت مولوی نورالدین صاحب کی خدمت میں بطور نمائندہ ایک تحریر پڑھ کر سنائی جس میں آپ سے بیعت لینے کی درخواست کی۔ اس موقع پر تقریباً بارہ سو رفقاء نے آپ کی بیعت کی۔ مستورات میں سب سے پہلے حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ (حضرت اماں جان) نے آپ کی بیعت کی۔ قادیان کے بعد جوں جوں دوسری جماعتوں اور رفقاء کو اطلاع پہنچی سب نے بلا استثناء آپ کی اطاعت قبول کی اور ایک نہایت ہی قلیل وقت میں سب رفقاء خلافت کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے اور حضرت مسیح موعود کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ: میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ یہ نظارہ سلسلہ احمدیہ کے دشمنوں کے لئے نہایت روح فرسا تھا جو یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ بس اس سلسلہ کے مٹنے کا وقت آ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رفقاء کی جماعت کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کر کے ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا اور دنیا کو بتا دیا کہ یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے اور کسی انسان کو طاقت نہیں کہ اس کو اکھاڑ سکے۔

ابھی حضرت مسیح موعود کی وفات پر کچھ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ بعض لوگوں نے آہستہ آہستہ یہ سوال اٹھانا شروع کیا کہ دراصل حضرت مسیح موعود کا یہ منشاء نہیں تھا بلکہ آپ کا منشاء یہ تھا کہ سلسلہ کا سارا انتظام صدر انجمن احمدیہ کے ہاتھ میں رہے۔ جب یہ کیفیت بہت زیادہ بڑھ گئی تو حضرت خلیفہ اول نے رفقاء اور دوسرے احمدیوں کو قادیان میں جمع ہونے کی تلقین فرمائی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اس بات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

آپ لوگ اس کیفیت کا اندازہ نہیں لگا سکتے جو اس وقت احمدیوں پر طاری تھی۔ ہر ایک شخص اس امر کو بہت زیادہ پسند کرتا تھا کہ وہ اور اس کے اہل و عیال کولہو میں پیس دیئے جاویں بہ نسبت اس کے کہ وہ اختلاف کا باعث بنیں۔ یہ رات عجیب رات تھی قریباً سب کے سب بیت مبارک میں جمع ہو گئے اور اس قدر دردمندانہ دعائیں کی گئیں کہ میں یقین کرتا ہوں کہ عرش عظیم ان سے ہل گیا ہوگا۔ سوائے گریہ و بکا کے اور کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ صبح حضرت خلیفہ اول تشریف لائے اور فجر کی نماز شروع ہوئی۔ اس وقت بیت یوں معلوم ہوتی تھی کہ گویا ماتم کدہ ہے۔ لوگوں کی چیخیں اس زور سے نکل جاتی تھیں کہ شاید کسی ماں نے اپنے اکلوتے بیٹے کی وفات پر بھی اس طرح کرب کا اظہار نہ کیا ہوگا۔

یہ ہلکی سی جھلک ہے محبت و عشق کی کیفیت میں ڈوبی ہوئی ان دعاؤں کی جو رفقاء خلافت کے قیام کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور مانگتے رہے ہیں۔ اس دن ایک مرتبہ پھر ان جاں نثاروں نے شمع خلافت کو روشن رکھنے کے لئے خدا تعالیٰ کے فضلوں کو سینچا اور خلیفہء وقت کی بھی اسی جذبہ، شوق اور ولولہ کے ساتھ اطاعت و فرمانبرداری کرنے کا عزم باندھا جس شوق کے ساتھ مہدی دوراں کی اطاعت کیا کرتے تھے۔

حضرت اقدس مسیح موعود کے تمام رفقاء ہی خلافت احمدیہ کے ساتھ عشق و محبت کا تعلق رکھتے تھے۔ ذیل میں اس کے چند نمونے پیش کروں گا۔

☆حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے خلافت اولیٰ کے بابرکت دور میں برصغیر کے طول و عرض میں اعلائے کلمۃ اللہ پہنچانے کے لئے ہزاروں میل کا سفر طے کیا۔ ہندوستان کے دور دراز علاقوں تک پھیلی ہوئی جماعت احمدیہ کے جلسوں پر انتہائی مدلل اور مؤثر تقاریر کیں۔

1913ء کا واقعہ ہے کہ دعوت الی اللہ کی مہم کے پیش نظر حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے جماعت سے لندن مشن کے لئے وقف کی اپیل کی۔ اس موقع پر ایک نوجوان جس کا رنگ سرخ و سفید تھا، آنکھیں چمکدار اور گول چہرہ تھا آگے بڑھا اور اپنے پیارے آقا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اشاعت دین کی اس عظیم مہم کے لئے اپنا نام پیش کیا۔ یہ نوجوان حضرت فتح محمد سیال صاحب تھے۔

☆حضرت زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے فرمایا کہ: آپ میری شاگردی اختیار کریں جس رستہ پر نورالدین آپ کو چلائے گا اس میں آپ کے لئے کامیابی ہے۔ چنانچہ آپ نے خلیفہء وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ڈاکٹر بننے کے خیال کو ہمیشہ ہمیش کے لئے اپنے دل سے نکال دیا۔ اور خدمت دین کا عہد باندھا اور دمشق اور بیروت میں کئی غیر معمولی دینی، علمی اور تربیتی کارنامے سرانجام دیئے۔ مسلسل کئی سال قادیان اور ربوہ میں کلیدی عہدوں پر فائز رہے۔ 30 کے قریب کتب تحریر کیں اور خلفائے احمدیت کی خوشنودی حاصل کی۔

☆حضرت ابو عبداللہ ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے اور حضور کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔ حضور نے فرمایا مولوی صاحب (میں) نہیں سمجھتا کہ کوئی چیز کرنے کی ہو اور وہ آپ کر نہ چکے ہوں۔ اب تو حفظ قرآن ہی باقی ہے۔ چنانچہ تقریباً 65 سال کی عمر میں آپ حافظ قرآن ہو گئے۔ (الفضل قادیان 19، 20 اپریل 1947ء)

☆حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب قدرت ثانیہ کے مظہر اول حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی خدمت میں بار بار حاضر ہوتے رہے۔ حضور کے خصوصی الطاف کا مورد بنتے رہے اور دعائیں حاصل کرنے کا اعزاز آپ کے حصہ میں آیا۔ پہلی بار لندن روانہ ہونے کے موقع پر جو نصائح حضور نے آپ کو فرمائیں ان میں یہ بھی تھی کہ: ہمیں خط لکھتے رہنا ہم تمہارے لئے دعا کریں گے۔ آپ فرماتے ہیں کہ: خاکسار نے حتی الامکان آپ کی فرمودہ ہدایات کی پابندی کی اور بفضل اللہ تعالیٰ ان سے بہت فائدہ اٹھایا لندن کے قیام کے دوران میرے لئے یہ احساس اطمینان کا موجب رہا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول اور میرے والدین میرے لئے بہت دعائیں کرتے ہیں۔ نیز فرمایا کہ: میں جب بھی انگلستان سے باہر سفر پر جاتا تو حضور سے اجازت حاصل کر کے جاتا۔

غور کریں کہ رفقاء کس قدر گہرائی میں جا کر خلفائے وقت کی اطاعت کرتے تھے۔ یہی عشق و محبت اور اطاعت ہی تو تھی جس نے انہیں دونوں جہانوں میں سرخروئی عطا فرمائی۔

☆خلافت اولیٰ سے قبل حضرت سیدنا محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے بے تکلف تھے اور گھنٹوں گفتگو کرتے رہتے تھے۔ لیکن قیام خلافت کے بعد آپ نہایت ادب سے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی خدمت میں بیٹھتے اور ہمیشہ نیچی نگاہ رکھتے اور آہستہ آواز سے کلام کرتے تھے اور آپ کے ہر حکم کی اطاعت کرنا اپنا فرض اولین سمجھتے تھے۔ بلکہ کوئی قدم آپ کی اجازت کے بغیر اٹھانا جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اور جماعتی حالات سے آپ کو ہمیشہ باخبر رکھتے تھے۔ حضرت مولانا شیر علی صاحب فرماتے ہیں: خلافت اولیٰ کے زمانہ میں میں نے دیکھا کہ جو احترام اور جو اطاعت اور فرمانبرداری آپ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی کرتے تھے اس کا نمونہ کسی اور شخص میں نہیں پایا جاتا تھا۔ خود حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے اپنی ایک تقریر میں جو آپ نے احمدیہ بلڈنگز لاہور میں کی فرمایا: میاں محمود بالغ ہے وہ میرا سچا فرمانبردار ہے اور ایسا فرمانبردار کہ تم میں سے ایک بھی نہیں۔

احمدیت کی تاریخ شاہد ہے کہ اپنے پیارے امام کی آواز پر جہاں رفقاء نے لبیک کہا وہاں

رفیقات نے بھی دلی جوش سے ہر طرح کی قربانی پیش کر کے اپنے ایمانی جذبہ اور خلوص کا شاندار مظاہرہ کیا۔ یہ نقوش جہاں انمٹ ہیں وہاں قابل صدافتخار بھی ہیں۔ انہی نقوش پا پر چلتے چلتے آج احمدی مستورات ایک ایسے مقام پر آ پہنچی ہیں جہاں باقی دنیا کی عورتیں پہنچنے کا تصور بھی نہیں کر سکتیں۔

☆ایک مرتبہ حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کو کہلا بھیجا کہ خدائے تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے میں چاہتی ہوں کہ آپ کا کوئی کام کروں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے ایک طالب علم کی پھٹی پرانی رضائی مرمت کے لئے بھجوا دی۔ حضرت اماں جان نے بشاشت قلب سے اس رضائی کی مرمت اپنے ہاتھ سے کی اور اسے درست کر کے واپس بھجوا دیا۔ مرمت شدہ رضائی واپس کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے طالب علم کو فرمایا کہ اپنے کپڑے صاف رکھا کرو۔

یہ ہدایت اور نصیحت تو حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے کی۔ طالب علم اس قسم کی غفلت تو کیا کرتے ہیں۔ مگر اس واقعہ میں حضرت اماں جان کی سیرت پر غور کریں کہ ایک نہایت گندی اور دریدہ رضائی کی مرمت آپ خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے حکم کی تعمیل میں کر رہی ہیں۔ رضائے مولا کیلئے اور خلافت سے عشق ومحبت کی یہ طلب اور تڑپ جس دل میں ہو اس کی عظمت کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ یہی تو وہ دل ہیں جو خدا تعالیٰ کا عرش ہوتے ہیں۔

☆حضرت خلیفۃ المسیح الاول 18 نومبر 1910ء کو گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے زخمی ہوگئے تھے۔ یہ واقعہ پوری جماعت کے لئے دل ہلا دینے والا حادثہ تھا جس نے سب کو تڑپا دیا۔ مردوزن حضرت مسیح موعود دیوانہ وار اپنے محبوب آقا کی عیادت کے لئے کھنچے چلے آئے۔ جو نہ آسکے وہ بکثرت خطوط لکھتے رہے۔ رفقاء کی جماعت نے خلیفہء وقت سے اس موقع پر جس فدائیت کا مظاہرہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرماتے ہیں: مجھ پر جو ابتلاء اس وقت آیا ہے اللہ تعالیٰ نے بہت سے دلوں کی حالت کو جن کے ساتھ محبت میرے لئے ضروری تھی مجھ پر ظاہر فرما دیا۔ اس بیماری میں جو خدمت رات دن انہوں نے کی ہے۔ اس سے ان کے اخلاص کا اظہار ہوا ہے۔

جب حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے محسوس کیا کہ اب میرا آخری وقت قریب ہے تو آپ نے 4 مارچ 1914ء کو ایک وصیت تحریر فرمائی۔ اس کے بعد آپ نے زیادہ مہلت نہ پائی اور 13 مارچ 1914ء کو جمعہ کے دن اس جہان فانی سے کوچ فرما کر اپنے محبوب حقیقی کے پاس حاضر ہوگئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی وفات کے وقت وہ اختلاف جو عرفاً مخفی تھا مگر حقیقۃً اب مخفی نہیں رہا تھا، یکدم پھوٹ کر باہر آ گیا۔ قادیان گویا میدان حشر بن گیا۔ بیشک حضرت خلیفہ اول کی جدائی کا غم بھی ہر رفیق کے دل پر بہت بھاری تھا مگر اس دوسرے غم نے جو جماعت کے اندرونی اختلافات کی وجہ سے رفقاء کے دلوں کو کھائے جا رہا تھا اس صدمہ کو سخت ہولناک بنا دیا تھا۔ حضرت خلیفہ اول کی وفات اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے انتخاب میں تقریباً 26 گھنٹے کا وقفہ تھا جو رفقاء کی جماعت پر قیامت بن کر گزرا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ان ایام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وہ دن جماعت (رفقاء) کے لئے قیامت کا دن تھا اور میرے اس بیان میں قطعاً کوئی مبالغہ نہیں۔ ایک نبی کی جماعت۔ تازہ بنی ہوئی جماعت۔ بچپن کی اٹھتی ہوئی امنگوں میں مخمور۔ اور صداقت کی برقی طاقت سے دنیا پر چھا جانے کے لئے بے قرار۔ جس کے لئے دین سب کچھ تھا اور دنیا کچھ نہیں تھی وہ اپنی آنکھوں کے سامنے (اس اختلاف) کو دیکھ رہی تھی۔ یہ نظارہ نہایت درجہ صبر آزما تھا اور مولف رسالہ ھذا نے ان تاریک گھڑیوں میں ایک دو کو نہیں، دس بیس کو نہیں بلکہ سینکڑوں کو بچوں کی طرح روتے اور بلکتے ہوئے دیکھا۔ اپنے جدا ہونے والے امام کے لئے نہیں۔ مجھے یہ اعتراف کرنا چاہئے کہ اس وقت جماعت کے غم کے سامنے یہ غم بھولا ہوا تھا۔ بلکہ جماعت اور اس کے مستقبل کی فکر میں۔

1914ء بروز ہفتہ عصر کی نماز کے بعد سب حاضر الوقت احمدی خلافت کے انتخاب کے لئے بیت نور میں جمع ہوئے تو منکرین خلافت بھی اس مجمع میں روڑا اٹکانے کی غرض سے موجود تھے۔ اس دو ہزار کے مجمع میں سب سے پہلے نواب محمد علی خان صاحب نے حضرت خلیفہ اول کی وصیت پڑھ کر سنائی جس میں جماعت کو ایک ہاتھ پر جمع ہو جانے کی نصیحت تھی۔ اس پر ہر طرف سے حضرت میاں صاحب حضرت میاں صاحب کی آوازیں بلند ہوئیں اور اسی کی تائید میں مولانا سید محمد احسن صاحب امروہی نے کھڑے ہو کر تقریر کی اور کہا کہ میری رائے میں ہم سب کو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے ہاتھ پر جمع ہو جانا چاہئے کہ وہی ہر رنگ میں اس مقام کے اہل اور قابل ہیں۔ اس پر سب طرف سے پھر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے حق میں آوازیں اٹھنے لگیں اور سارے مجمع نے بالاتفاق اور بالاصرار کہا کہ ہم انہی کی خلافت کو قبول کرتے ہیں۔

اس کے بعد مومنوں (رفقاء) کی جماعت نے اس جوش اور ولولہ کے ساتھ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کی طرف رخ کیا کہ اس کا نظارہ کسی دیکھنے والے کو نہیں بھول سکتا۔ لوگ چاروں طرف سے بیعت کے لئے ٹوٹے پڑتے تھے اور یوں نظر آتا تھا کہ خدائی فرشتے لوگوں کے دلوں کو پکڑ پکڑ کر منظور ایزدی کی طرف کھینچے لا رہے ہیں۔ اس وقت ایسی ریلا پیلی تھی اور جوش کا یہ عالم تھا کہ لوگ ایک دوسرے پر گر رہے تھا اور بچوں اور کمزور لوگوں کے پس جانے کا ڈر تھا اور چاروں طرف سے یہ آواز اٹھ رہی تھی کہ ہماری بیعت قبول کریں، ہماری بیعت قبول کریں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:

مجھے بیعت کے الفاظ یاد نہ تھے اور میں نے اس بات کو عذر بنانا چاہا اس پر مولوی سرور شاہ صاحب نے کہا میں الفاظ بیعت دہراتا جاؤں گا آپ بیعت لیں۔

رفقاء کے اصرار پر آپ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور بیعت لینی شروع کی۔ یکلخت مجلس میں ایک سناٹا چھا گیا اور جو لوگ قریب نہیں پہنچ سکتے تھے انہوں نے اپنی پگڑیاں پھیلا پھیلا کر اور ایک دوسرے کی پیٹھوں پر ہاتھ رکھ کر بیعت کے الفاظ دہرائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:

جماعت احمدیہ کو خدا کی خلافت سے تعلق ہے اور وہ خدا کی خلافت کے آگے اور پیچھے لڑے گی اور دنیا میں کسی شریر کو جو کہ خلافت کے خلاف ہے خلافت کے قریب بھی نہیں آنے دے گی۔

ایک شاعر احمدیت رفقاء کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ؎

اک انجمن تھے ذات میں خوبی میں چاند تھے
ان کے عمل کے سامنے تارے بھی ماند تھے

رفقاء کی طرح رفیقات نے بھی خلافت کے ساتھ اپنے عشق ومحبت کا بے مثال نمونہ دکھلایا۔

☆حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب فرماتے ہیں:

مارچ 1914ء میں خاکسار ابھی انگلستان میں ہی تھا والد صاحب نے خط لکھا کہ صرف اتنا کہتا ہوں کہ جو کچھ کرو، غور اور فکر سے کرنا۔ جبکہ والدہ صاحبہ (حضرت حسین بی بی صاحبہ) نے لکھوایا کہ میں نے بیعت کر لی ہے اور تمہارے بھائیوں اور بہن کی طرف سے بھی بیعت کا خط لکھ دیا ہے۔ تمہیں نصیحت کرتی ہوں کہ اگر تم نے ابھی تک خط نہیں لکھا تو اب فوراً لکھ دو۔ تاخیر ہرگز نہ کرنا۔ والدہ صاحبہ فرمایا کرتی تھیں کہ تمہارے والد صاحب کی طرف سے جب اس موقع پر بیعت کرنے میں توقف ہوا تو مجھے سخت گھبراہٹ ہونے لگی۔ میں بہت دعائیں کیا کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں جلد فیصلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے مکان پر ان دنوں بہت جھگڑا رہا کرتا تھا۔ میری طبیعت میں بہت قلق پیدا ہوا کہ تمہارے والد کیوں جلد کوئی فیصلہ نہیں کرتے اور کیوں اس قدر لمبی بحثوں میں پڑ رہے ہیں۔ آخر جب انہوں نے ایک دن بیعت کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرے لئے تمام دنیا روشن ہوگئی ہے۔ میں نے فوراً اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور ان سے کہا کہ آپ ابھی خط لکھ دیں۔ انہوں نے کہا کہ ڈاک تو اب صبح ہی جائے گی۔ صبح خط لکھ دیں گے۔ میں نے منت کی کہ ابھی لکھ دیں، دیر نہ کریں۔ انہوں نے کہا کہ کیا خط سینے پر رکھ کر سونا ہے؟ میں نے کہا کہ اصل بات تو یہی ہے۔ میں یہ تمام راتیں سو نہیں سکی۔ چنانچہ انہوں نے اسی وقت خط لکھ کر مجھے دے دیا اور میں نے اسے سینہ پر رکھ لیا اور سو گئی اور صبح ہوتے ہی میں نے ڈاک میں بھجوا دیا۔

☆حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جب بیت برلن کی تحریک فرمائی تو رفیقات حضرت مسیح موعود کے حیرت انگیز قربانی کے نمونے دیکھنے کو ملے۔ حضور نے خود 21 اکتوبر 1956ء کو لجنہ کے سالانہ اجتماع کے موقعہ پر ان قربانیوں کا ذکر فرمایا:

☆حضرت سیدہ ام طاہر کی والدہ زندہ تھیں انہوں نے اسی وقت اپنی بہوؤں اور بیٹیوں کو بلایا اور کہا سب زیور اتار دو میں یہ سب زیور بیت برلن میں دوں گی۔ چنانچہ وہ سارا زیور بیچ کر بیت برلن کے لئے چندہ دیا گیا۔

☆حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ (حضرت اماں جان) نے جائیداد فروخت کر کے 500 روپے ادا کئے۔

☆حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے ایک ہزار روپیہ دیا۔ اسی طرح سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ اور دیگر رفیقات نے بھی نمایاں حصہ لیا۔

نیز فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ جو روح ہماری عورتوں نے دکھائی ہے اگر وہی روح ہمارے مردوں میں کام کرنے لگ جائے تو ہمارا غلبہ سو سال پہلے آ جائے اور ہماری فتح کا دن بہت قریب آ جائے۔

رفقاء مسیح موعود آسمان احمدیت کے وہ چمکتے ہوئے ستارے ہیں جن کی روشنی تا قیامت دنیا کی ہر قوم میں عشاق خلافت پیدا کرتی رہے گی۔ انشاء اللہ۔

☆حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب اور دیگر کئی رفقاء خلیفہ وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے تحریک شدھی کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے اور بے شمار لوگوں کو دوبارہ دین حق میں داخل کیا۔ ان مجاہدین نے تیز اور چلچلاتی دھوپ میں کئی کئی میل کا پیدل سفر کیا، کھانا تو الگ رہا ان کو پانی بھی نہ مل سکا۔ اسی طرح یہ رفقاء خلفائے احمدیت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے زندگیاں وقف کر کے دنیا کے کونے کونے میں پھیل گئے۔ کیا ایشیا اور کیا یورپ اور امریکہ کے سبزہ زار اور کیا افریقہ کے جنگل اور ریگستان اور کیا مشرقی جزائر سب کے سب اس بات پر نازاں ہیں کہ ان پر رفقاء حضرت مسیح موعود کے مبارک قدم پڑے۔ ان کے ذریعہ بے شمار قومیں حلقہ بگوش احمدیت ہوئیں۔ یہ عشق و وفا کی داستانیں ایسی دلگداز ہیں کہ بدن پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ لیکن رفقاء کی یہ جماعت عشق و وفا کی راہوں پر چلتے ہوئے ہر حالت میں دین حق کی منادی کرتی رہی۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں: ؎

کس بہر کسے سر ندہد ، جان نفشاند
عشق است کہ ایں کار بصد صدق کناند
عشق است کہ بر آتش سوزاں بنشاند
عشق است کہ بر خاک مذلت غلطاند

یہ عشق ہی ہے جو ذلت کی خاک پر لوٹاتا ہے۔ یہ عشق ہی ہے جو جلتی آگ پر بٹھاتا ہے۔ کوئی کسی کے لئے نہ سر دیتا ہے۔ نہ جان چھڑکتا ہے۔ یہ عشق ہی ہے جو یہ کام پورے خلوص سے کرواتا ہے۔

اطاعت خلافت ان رفقاء کے وجودوں میں

کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور وہ اس کو انتہا تک پہنچاتے رہے۔

☆حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب جنہیں خدا تعالیٰ نے عظیم الشان عہدوں سے نوازا آپ سے کسی نے سوال کیا کہ چوہدری صاحب اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی ساری زندگی بڑے بڑے اعزازات اور کامیابیوں سے بھری ہوئی ہے اس کا سبب کیا ہے؟ چوہدری صاحب نے بغیر کسی تامل کے فرمایا: Because through all my life I was obedient to Khilafat. یعنی میں تمام زندگی خلافت کا فرمانبردار رہا ہوں۔ پس یہی کامیابی کا راز ہے۔ کاش ہر ایک اس راز کو سمجھ لے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 14 جون 2010ء)

حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے شہزادہ ویلز کے لئے ایک نہایت قابل قدر تحفہ کتاب کی شکل میں تیار کیا اور مجھے ارشاد فرمایا کہ پانچ دن کے اندر ترجمہ کر کے قادیان میں لے آؤ۔ مجھے ان دنوں دن بھر مصروفیت رہتی تھی۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے مقررہ میعاد کے اندر خاکسار ترجمہ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

☆ 1921ء میں مخلف احمدیت مخالف علماء نے قادیان میں زبردست جلسہ کرنے کا پروگرام بنایا۔ اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا پیغام موصول ہوا کہ احمدیہ ہوسٹل کے طلباء کو ساتھ لے کر فوراً قادیان پہنچ جاؤ۔ چنانچہ شام کی گاڑی سے ہم روانہ ہوئے۔ گاڑی نصف شب کے قریب بٹالہ پہنچی۔ بعض طلباء نے آرام کی خواہش کی۔ میں نے کہا کہ ہمت سے بڑھتے چلو۔ فجر کی نداء ہو رہی تھی کہ ہم بیت مبارک کے چوک میں پہنچ گئے۔ اور نماز کے فوراً بعد سب کی ڈیوٹی لگا دی گئی۔ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ ان دنوں میں امام جماعت کو نیند کے لئے کوئی وقت میسر آیا کہ نہیں اور اگر میسر آیا تو کتنا؟ حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب ایسے جید عالم اور واجب الاحترام بزرگ خزانہ کے دروازہ پر پہرہ دار کے طور پر جوانوں کی طرح ایستادہ تھے۔ آنکھوں میں وہی چمک، لبوں پر وہی تبسم، چہرے پر وہی بشاشت جو قرآن کریم کا درس دیتے وقت ہوا کرتی تھی۔ وہ قرآن کریم کا درس، یہ قرآن کریم پر عمل۔ اصبر و...... نیز فرماتے ہیں کہ میں نے مرغ بے جان کی طرح اپنے آپ کو حضور کے ہاتھ میں دے دیا اور حضور ہر لحظہ ماں باپ سے بڑھ کر مشفق مربی رہے۔ میں نے اپنے متعلق اتنی فکر نہیں کی جتنی حضور میرے متعلق کرتے رہے۔

☆حضرت منشی امام دین صاحب کو حقہ پینے کی بہت عادت تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے خلافت کے ابتدائی زمانے میں کسی خطاب میں حقہ کی مذمت بیان کی تو اسی وقت حقہ چھوڑ دیا۔ اور عزم کیا کہ اب ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔ شروع میں بیمار بھی ہو گئے لیکن ایسی اطاعت کی کہ پھر ہاتھ بھی نہیں لگایا۔

☆حضرت مولانا شیر علی صاحب کے متعلق روایت ہے کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جماعت کو سوموار اور جمعرات کے دن روزہ رکھنے کی تلقین فرمائی تو آپ چھوٹے بچوں کو بھی سحری کے وقت جگا دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب ان میں سے کوئی روتا ہے تو اس طرح حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں شامل ہو جاتا ہے۔

☆ حضرت حافظ عزیز اللہ شاہ صاحب کے متعلق حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ فرماتی ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی زبان سے نکلے ہوئے سرسری الفاظ کی بہت وقعت والد صاحب کے نزدیک تھی اور آپ اسی میں خیر و برکت سمجھتے تھے۔ حضور کی دعاؤں پر آپ کو بہت یقین تھا۔ جب کوئی تکلیف ہوتی ابا جان حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں تار یا خط بھیجتے اور کہتے کہ اب مجھے اطمینان ہے۔

☆ حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میری دعا اور آرزو ہے میری اولاد خلافت سے منسلک رہے اور ہمیشہ اس گروہ کا ساتھ دیں جس میں حضرت مسیح موعود کی اولاد کے افراد زیادہ ہوں۔ کیونکہ حضور سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے......(میں تیرے اور تیرے اہل کے ساتھ ہوں)۔

☆ خلافت کی تائید کرنے میں حضرت حافظ روشن علی صاحب کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے۔ آپ نے جماعتوں کے دورے کر کے بچھڑے ہوئے بھائیوں کو جماعت کے شیرازہ میں لا کر شامل کیا۔ منکرین خلافت نے آپ کو یہ سرٹیفکیٹ دیا: حافظ روشن علی صاحب ایک متشدد محمودی تھے۔

☆ حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال کا خلافت سے ایسا عشق و وفا کا تعلق تھا کہ بیعت خلافت ثانیہ کے موقع پر آپ کا بیعت کا خط آنے سے قبل ہی الفضل میں آپ کو خلافت سے وابستہ قرار دے دیا گیا۔

☆ حضرت سید سرور شاہ صاحب کے متعلق مولانا ارجمند خان صاحب فرماتے ہیں کہ: بیت مبارک میں نماز ظہر یا عصر کے بعد جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی تشریف فرما ہوتے تو حضرت مولانا کی یہ عادت تھی کہ آپ کے ہاتھ میں رومال ہوتا تھا جس سے کسی مکھی کو آپ حضور کے جسم مبارک پر نہیں بیٹھنے دیتے تھے۔ اس سے مجھ پر یہ اثر تھا کہ آپ کو منصب خلافت کا بہت خیال ہے۔

☆ حضرت امام دین صاحب سیکھوانی کو خلفاء کرام کے ساتھ بے انتہا محبت اور عقیدت تھی۔ آپ کے اخلاص وایمان کی پختگی کا یہ عالم تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے آپ کو تحصیل شکر گڑھ میں مواشہ قوم کی بیعت لینے کے لئے بھیجا۔ کسی کے یہ کہنے پر کہ یہ سادہ سا شخص ہے اسے بھیجنا مناسب نہیں۔ حضور نے فرمایا کہ آپ لوگوں کو حضرت مسیح موعود کے ان رفقاء کی قدر و منزلت معلوم نہیں۔ جب کوئی (مربی) نہ تھا تو یہی لوگ (دعوت الی اللہ) کرتے تھے اور دین حق لوگوں تک پہنچاتے تھے۔

☆حضرت اقدس مسیح موعود کے وصال کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے خلافت احمدیہ کا سلسلہ جاری فرمایا تو حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحب بڑی مضبوطی کے ساتھ اس کے ساتھ چمٹ گئے اور نہ صرف اخلاص و وفا اور کامل ایمان کے ساتھ اس پر قائم رہے بلکہ خلافت کے مخالف فتنوں کے سامنے بھی سینہ سپر رہے۔ چنانچہ مکرم مسعود احمد خان صاحب دہلوی سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل لکھتے ہیں: حضرت مولانا راجیکی صاحب اپنی مجالس میں بڑی کثرت سے یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ اگر اپنے مقصد میں کامیاب ہونا چاہتے ہو تو حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح کی خدمت میں دعا کی درخواست پر مشتمل خطوط باقاعدگی سے ارسال کیا کرو اور پھر خود بھی دعاؤں میں لگے رہو۔ خلیفہ کا آسمانی وجود ایک پاور ہاؤس ہے۔ اس سے تعلق محبت وعقیدت قائم کئے بغیر آپ لوگ خدا تعالیٰ کے فضلوں کے وارث نہیں بن سکتے۔ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہوتی رہتی ہے کہ خلیفہ وقت سے دعاؤں کی درخواست کرتا رہوں۔ (روزنامہ الفضل یکم اکتوبر 2007ء) آپ اپنی اولاد کو وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ حقیقت میں یہ وصیت صرف آپ کی اپنی اولاد کے لئے ہی نہیں بلکہ ہر احمدی کے لئے ہے کہ ؎

ہے یہی میری وصیت آخری
ہے عمل کرنا اس پر بہتری
یاد رکھنا تفرقہ جب ہو عیاں
ہے خلافت ہی ہدایت کا نشاں
آل احمد اور خلافت ہو جدھر
سب میری اولاد ہو جائے ادھر

☆رسالہ فرقان مارچ 1943ء میں حضرت اماں جان کا جماعت احمدیہ کے نام پیغام شائع ہوا جس میں آپ فرماتی ہیں:

میں اپنی پیاری جماعت سے صرف اس قدر کہنا چاہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو خلافت کے ذریعہ ایک ہاتھ پر جمع کر رکھا ہے۔ اور اسے حضرت مسیح موعود کے پیغام کی تکمیل اور مضبوطی کا واسطہ بنایا ہے۔ پس اس کی قدر کرو۔ کیونکہ یہی وہ چیز ہے جس کے ذریعہ آپ لوگ نبوت کے انعاموں کو اپنے لئے لمبا بلکہ دائمی بنا سکتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے موجودہ خلیفہ اور ان کی اولاد کے لئے بھی خاص طور پر دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کی زندگیوں کو لمبا کرے اور اعلیٰ سے اعلیٰ خدمت دین کی توفیق دے کہ اسی میں میری ساری خوشی ہے ؎

خلافت نور رب العالمیں ہے
خلافت ظل ختم المرسلیں ہے
خلافت سے سدا وابستہ رہنا
ہمارا عین فرض اولیں ہے
چمکتا ہے جہاں نور محمدؐ
رخ (ایمان) کی یہ وہ جبیں ہے

☆رفقاء کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث فرماتے ہیں:

حضرت حافظ مختار احمد صاحب کی وفات پر میں نے بہت دعا کی کہ اے میرے رب! غلبہ (دین حق) کی جو مہم تو نے حضرت مسیح موعود کے ذریعہ جاری کی ہے اس کی سرحدوں میں وسعت پیدا ہو رہی ہے۔ ہمیں حافظ صاحب جیسے ایک نہیں، سینکڑوں نہیں، ہزاروں فدائی اور (دین حق) کے جانثار چاہئیں۔

☆حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رفقاء اور بزرگوں کے حالات اور ان کے احسانات کو جمع کرنے کی تحریک کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

پس اپنے ان بزرگوں کے احسانات کو نہ بھولیں جو خدا کی راہ میں اپنی جانیں بچھاتے رہے جن پر احمدیت کی بلند و بالا عمارتیں تعمیر ہوئیں اور یہ عظیم الشان جزیرے ابھرے۔ وہ لوگ ہماری دعاؤں کے خاص حقدار ہیں اگر آپ اپنے بزرگوں کو ان عظمتوں کے وقت یاد رکھیں گے جو آپ کو خدا کے فضل عطا کرتے ہیں تو آپ کو حقیقی انکساری کا عرفان نصیب ہوگا۔ (الفضل 27 مارچ 1989ء)

ہم پر خدائے ذوالمنن کا یہ عظیم الشان انعام ہے کہ ہمیں اس عظیم امانت کا امین بنایا ہے۔ یہ انعام ہمیں قربانی اور استقامت کے ان میدانوں کی طرف بلاتا ہے جن میں اس دور آخرین کے رفقاء کرام کی عظیم الشان قربانیوں کی داستانیں رقم ہیں۔ ان داستانوں کو آج پھر سے زندہ کرنا اور زندہ رکھنا ہمارا فرض ہے۔ جس طرح انہوں نے عشق و محبت اور اطاعت کا ثبوت دیتے ہوئے شمع خلافت پر آنچ نہیں آنے دی اسی طرح آج ہم بھی پروانہ وار شمع خلافت پر سب کچھ قربان کرتے چلے جائیں کہ ہم بھی تو اطاعت اور عشق و وفا کے دعوؤں میں انہی رفقاء کی راہوں پر گامزن ہیں۔

☆ہمارے محبوب آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز احباب جماعت کو پیغام دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرت مسیح موعود کے رفقاء نے اپنے اندر جو تبدیلیاں پیدا کیں اور قربانی کے اعلیٰ نمونے قائم کئے ان تبدیلیوں کو ہم نے اس زمانے میں جاری رکھنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ہماری بچت اسی میں ہے۔

نیز فرمایا کہ: یہ خلافت ہی کی نعمت ہے جو جماعت کی جان ہے اس لئے اگر آپ زندگی چاہتے ہیں تو خلافت احمدیہ کے ساتھ اخلاص اور وفا کے ساتھ چمٹ جائیں۔ پوری طرح اس سے وابستہ

ہو جائیں کہ آپ کی ہر ترقی کا راز خلافت سے وابستگی میں ہی مضمر ہے۔ ایسے بن جائیں کہ خلیفہ وقت کی رضا آپ کی رضا ہو جائے۔ خلیفہ وقت کے قدموں پر آپ کا قدم اور خلیفہ وقت کی خوشنودی آپ کا مطمح نظر ہو جائے۔

(ماہنامہ خالد سیدنا طاہر نمبر مارچ اپریل 2004ء)

اے شمع خلافت کے پروانو! اے احمدیت کے جاں نثارو! آؤ ہم گوش برآواز آقا بن جائیں اور لبیک کہتے ہوئے خلیفہ وقت کے دست و بازو اور ادنیٰ چاکر بن جائیں۔ ہم خلافت احمدیہ کی خاطر اپنی جان، مال، وقت اور عزت کو قربان کرنے کے لئے ہر دم تیار ہوں اور اپنی اولاد در اولاد کو خلافت احمدیہ سے وابستہ رہنے کی تلقین کرنے والے ہوں اور خلافت کی حفاظت کے لئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں۔

اے خدا! تو ہمیں توفیق دے کہ ہم رفقاء کرام کی راہوں پر آگے سے آگے بڑھتے ہوئے خلافت کے ساتھ کئے ہوئے تمام عہدوں کو پورا کرنے والے ہوں اور زندگی کے آخری سانس تک ان عہدوں کو نبھاتے چلے جائیں۔ حضرت مصلح موعود کے ان الفاظ پر اپنی گزارشات ختم کرتا ہوں: خلافت زندہ رہے اور اس کے گرد جان دینے کے لئے ہر مومن آمادہ کھڑا ہو۔ صداقت تمہارا زیور، امانت تمہارا حسن، تقویٰ تمہارا لباس ہو۔ خدا تعالیٰ تمہارا ہو اور تم اس کے ہو۔ آمین

☆.........☆.........☆

تاریخ اشاعت احمدیت کا ایک ورق (32)

مکرم عبدالقدیر قمر صاحب

گلاسگو میں احمدیہ مشن کا قیام 1946ء

گلاسگو۔ سکاٹ لینڈ کا سب سے بڑا شہر ہے۔ اور برطانیہ میں لندن کے بعد دوسرے نمبر کا شہر ہے۔ جہاں پاکستان ہندوستان اور مصر وغیرہ کے بہت سے لوگ آباد ہیں۔ سکاٹ لینڈ میں احمدیت کا بیج 1940ء میں حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس امام بیت الفضل لندن کے ذریعہ بویا گیا۔ جب آپ کی مساعی کے نتیجہ میں سکاٹ لینڈ یونیورسٹی کی ایک طالبہ مس وائٹ لو (Miss Whit Low) اور مسٹر فیرشا (Mr. Farshah) نے احمدیت قبول کی۔

اس کے بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ہدایت پر فروری 1946ء مسٹر بشیر احمد آرچرڈ صاحب گلاسگو تشریف لے گئے اور احمدیہ مشن کی بنیاد رکھی۔ اس کے بعد محض دو ماہ کے عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے دو افراد کو حلقہ بگوش احمدیت ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ ان میں سے ایک بشیر احمد ریلوے میں ملازم تھے اور پاکستانی تھے۔ اور دوسرے کا نام عبدالحق پنڈر تھا جو سکاٹش باشندے تھے۔ 1951ء میں تین سعید روحوں کو احمدیت کے نور سے منور ہونے کی توفیق ملی۔ ان میں سے دو پولینڈ کے باشندے تھے اور ایک سکاٹش تھا۔

سکاٹ لوگوں تک اپنا پیغام وسیع تر انداز میں پہنچانے کے لئے آپ نے سائیکلو سٹائل مشین سے 1950ء میں ایک ماہوار رسالہ Muslim Herald جاری کیا۔ اپریل 1950ء میں ہی آپ کی جدوجہد سے پہلی بار گلاسگو میں یوم پیشوایان مذاہب منایا گیا۔ جس میں تمیں افراد شامل ہوئے۔ آپ نے دعوت الی اللہ کی سرگرمیاں تیز کرتے ہوئے گھر گھر پہنچ کر احمدیت کی منادی کی اور بڑے بڑے سماجی اور مذہبی لیڈروں کو لٹریچر بھجوایا۔ اسی طرح ہر اتوار کو آپ نے سٹال لگانا شروع کیا۔ لائبریریوں میں لٹریچر رکھوایا۔ بہت سے مضامین سائیکلو سٹائل کر کے کتابی صورت میں شائع کئے۔

پوپ کو دعوت

اکتوبر 1950ء میں آپ نے آرچ بشپ آف یارک (Arch Bishop of Yark) کو مسیح کے دوبارہ جی اٹھنے اور آسمان پر چڑھ جانے کی نسبت چیلنج دیا مگر انہوں نے اسے قبول نہ کیا۔

ایثار و قربانی

مجاہد گلاسگو محترم بشیر آرچرڈ صاحب شروع سے ہی نہایت قلیل رقم پر گزارہ کر رہے تھے۔ 8/اگست 1949ء کو جب آپ کی شادی ہوئی تو اخراجات میں اضافہ ہو گیا۔ تاہم آپ نے مرکز سے اپنا مشاہرہ میں اضافہ کی کوئی درخواست نہ کی بلکہ اکتوبر 1950ء سے اپنا ماہانہ الاؤنس بھی بند کرا دیا اور خود پرانے ٹکٹوں، عطر اور سٹیشنری کی فروخت اور ٹائپ اور سائیکلو سٹائل کر کے مشن کے اخراجات چلانے لگے۔
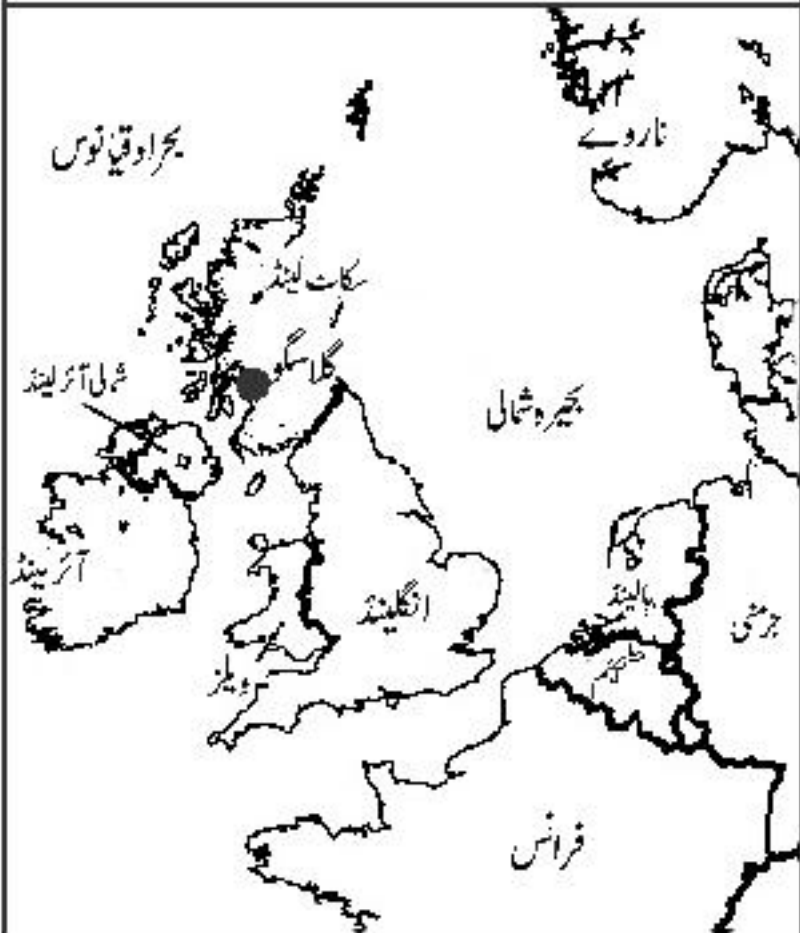
اکتوبر 1952ء میں آپ گلاسگو میں تین سال تک پوری بشاشت اور استقلال سے خدمت احمدیت کرنے کے بعد مرکز کے ارشاد پر ٹرینیڈاڈ تشریف لے گئے۔

1952ء سے لے کر اکتوبر 1966ء تک گلاسگو مشن براہ راست لندن مشن کی نگرانی میں رہا۔ اس دوران متعدد پاکستانی احمدی بھی یہاں پہنچ گئے اور ایک بڑی جماعت قائم ہو گئی۔

1967ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث سفر یورپ کے دوران گلاسگو بھی تشریف لے گئے جس سے یہاں اشاعت احمدیت کے نئے دروازے وا ہوئے۔

تعارف!

مکرم بشیر احمد آرچرڈ صاحب مربی سلسلہ 26/اپریل 1920ء کو ٹورکی (Torquoy) نامی ایک خوبصورت قصبہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ڈاکٹر تھے اور عیسائیت سے تعلق رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد آپ فوج میں بھرتی ہوئے۔ آپ نے جرمنی اور برطانیہ کے درمیان ہونے والی ستمبر 1939ء کی جنگ میں حصہ لیا۔ 1941ء میں آپ نے ہندوستان میں متعینہ فوج میں کمیشن کے لئے درخواست دی اور بطور کیڈٹ آفیسر 1942ء میں ہندوستان آئے۔ چھ ماہ کی ٹریننگ کے بعد ڈوگرہ رجمنٹ میں بطور لیفٹیننٹ متعین ہوئے جوانی میں آپ کو سگریٹ نوشی اور شراب نوشی کی عادت تھی اس پر مستزاد ناچ گانے اور سینما دیکھنے کی عادت۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد آپ نے یہ سب کچھ چھوڑ دیا۔ احمدیت کا پیغام آپ کو ایک احمدی عبدالرحمٰن صاحب دہلوی کے ذریعہ ملا۔ انہوں نے قادیان سے آپ کے لئے اسلامی اصول کی فلاسفی منگوائی جس سے آپ متاثر ہوئے۔ پھر محترم عبدالرحمٰن صاحب کی انگیخت پر قادیان آئے۔ اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب سے ملے اور پھر حضرت مصلح موعود سے ملنے پر آپ کے تاثرات یہ تھے کہ میں نہ صرف ان کے نورانی چہرے اور مقناطیسی شخصیت سے متاثر ہوا بلکہ ان کی گفتگو اور دلربا مسکراہٹ بھی ہمیشہ کیلئے میرے دل میں گھر کر گئی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد 1945ء میں جب آپ برما کے محاذ پر تھے۔ آپ نے احمدیت قبول کر لی۔ 1945ء میں ہی آپ دوسری عالمگیر جنگ کے خاتمہ پر انگلستان آئے اور بیت الفضل لندن میں محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس سے ملے اور اپنی زندگی بطور احمدیہ مشنری گزارنے کا فیصلہ کیا جسے حضرت مصلح موعود نے قبول فرمایا اس طرح آپ پہلے یورپی احمدی مشنری بنے اور سکاٹ لینڈ، ٹرینیڈاڈ اور ویسٹ انڈیز میں خدمات بجالاتے رہے۔

☆.........☆.........☆

گلاسگو۔ سکاٹ لینڈ اور اس کا ماحول

غزل

دریچہ بے صدا کوئی نہیں ہے
اگرچہ بولتا کوئی نہیں ہے

میں ایسے جمگھٹے میں کھو گیا ہوں
جہاں میرے سوا کوئی نہیں ہے

رُکوں تو منزلیں ہی منزلیں ہیں
چلوں تو راستہ کوئی نہیں ہے

کھلی ہیں کھڑکیاں ہر گھر کی لیکن
گلی میں جھانکتا کوئی نہیں ہے

کسی سے آشنا ایسے ہوا ہوں
مجھے پہچانتا کوئی نہیں ہے

صابر ظفر